نکتہ نظر

مولانا محمد ... قصوری
چیئرمین ورلڈ اسلامک فورم لندن

عہد جدید میں امت مسلمہ کو کیا کرنا چاہیے؟

زیر نظر مضمون اہم موضوع پر لکھا گیا ہے اور مولانا مدظلہ کے خیالات کی ترجمانی کرتا ہے۔اس کے متعلق اگر کوئی نکتہ نظر پیش کرنا چاہتا ہے تو الحق کے صفحات حاضر ہیں ... (ادارہ)

اسلام اور قرآن کا مطلوب اسٹیٹ ہے' یا انسانی بہبودی کے لئے سرگرم معاشرہ' یہ اس وقت دنیائے فکر وفلسفے کا سب سے بڑا سوال ہے اس لئے کہ ان دونوں نصب العین کا ذہن وفکر جہد وسعی اور نتائج بالکل مختلف اور جداگانہ ہیں' نزول قرآن کے بعد تقریباً ۱۳ سو سال تک کبھی یہ سوال پیدا نہیں ہوا تھا۔ یہ سوال گزشتہ صدی کے اوائل میں دنیا پر مغرب کے عالمی اقتدار سیاسی غلبہ اور فکر وفلسفے کے غلبے کی دین ہے اس سے پہلے مسلم معاشرہ ہر دور میں قرآن وسنت اور سیرت نبوی سے غذاو طاقت اور رہنمائی حاصل کر کے بنی نوع انسان کی فلاح و بھلائی کے نصب العین کی طرف رواں دواں رہا' مسلمانوں کے سیاسی عروج وزوال اور عسکری فتح وشکست سے قطع نظر مسلم معاشرے کی اندرونی توانائی وطاقت اس کے خیر امت ہونے میں پنہاں تھی۔ رسول خدا ﷺ اور قرآن نے مسلم معاشرے میں ایسی روح واسپرٹ پیدا کردی تھی جو دُنیوی نفع وضرر سے بے نیاز ہو کر پوری انسانیت کی سرفرازی برتری اور نفع کے لئے سرگرم رکھتی تھی۔

قرآن حکیم نے مسلم معاشرے کو خالق کی وحدت اور انسانی اخوت ومساوات کے عقیدے پر استوار کیا تھا۔ قرآن کی چھ ہزار چھ سو آیات میں سے ایک آیت بھی کسی خاص ملک وقوم نسل یا عرب وعجم سے خطاب نہیں کرتی بلکہ نوع انسانی سے خطاب کرتی ہے' قرآن کا نقطہ نظر قبائلی نہیں بلکہ عالمی اور آج کے الفاظ میں گلوبل ویلیج کا حامل ہے' جو پوری انسانیت کی بہبودی وفلاح کی دعوت دیتا ہے۔ اور اس کا مقصد ایک ایسا معاشرہ برپا کرنا ہے جو کسی قوم ونسل کی بجائے پوری انسانیت کے نفع وبہتری کیلئے ہو' قرآن کے نزدیک مسلم معاشرہ اسی وقت صحیح معاشرہ ہوگا جب وہ پوری نوع انسانی کی بھلائی وبہتری کیلئے نفع وبہتری کیلئے سرگرم عمل ہو۔ قرآن کے نزدیک مسلمان خیر امت یعنی بہترین گروہ اسی لئے ہیں کہ وہ نوع انسانی کی بہبودی ونفع کیلئے بھیجے گئے ہیں۔ وہ انسانی سوسائٹی میں معروفات یعنی اچھائیاں اور بھلائی عام کرتے ہیں اور منکرات برائیوں اور ضرر سے بچاتے ہیں۔ اور یہ سب کام کسی دنیوی مفاد وغرض کیلئے نہیں بلکہ محض خالق کی خوشنودی کیلئے کرتے ہیں۔ یہی چیز مسلم معاشرے کی توانائی وزندگی تھی جو اسکے ہر زخم کا مندمل اور ہر شکست کا مداوا کرتی رہتی تھی۔ نزول قرآن کے وقت سے تقریباً ۱۲ سو سال تک مسلم معاشرہ خدا کے مستحکم تعلق اور بنی آدم کے ساتھ بھلائی میں خدا کی خوشنودی کی بنیاد پر قائم رہا ہر معاشرے کی طرح اچھے برے لوگ یہاں بھی تھے' باہم خونریزیاں بھی چلتی رہتی تھیں' اقتدار وسائل کیلئے رسہ کشی اور لذات وشہوات کیلئے تگ ودو بھی جاری رہتی۔ مگر مجموعی طور

پر مسلم معاشرہ اللہ ورسول کے مستحکم رشتے تعلق اور نوع انسانی کی وحدت و بہبودی کے دو پہیوں پر آگے بڑھتا رہا۔ یہ معاشرہ انسانیت کی بہبودی و خدمت کیلئے ہر قسم کے علوم وفنون ایجادات واختراعات ادارے شعبے اور افراد مہیا کرتا رہا' حتیٰ کہ بنی امیہ کے زوال کے وقت جب ایک ایک عربی بولنے والے کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا جارہا تھا ان حالات میں بھی احادیث اور دیگر اسلامی علوم کی تدوین بھی ہورہی تھی' اجتہاد بھی ہورہا تھا اور مسلم اسکالر انسانیت کی بہتری کیلئے نئے نئے علوم وفنون اور نئی نئی ایجادات و تجربے بھی کررہے تھے۔ اسپین میں مسلم حکومت اکثر باہمی طور پر برسرپیکار اور خانہ جنگی میں مبتلا رہیں مگر مسلم معاشرہ برابر اپنا کام کرتا رہا۔ طبیعات و سائنس' کیمسٹری و طب ارضیات وفلکیات' تاریخ و جغرافیہ اور انسانیت کو نفع پہنچانے والے علوم وفنون اور نئی نئی تخلیقات و تجربات جاری رہے' اسپین کا مسلم معاشرہ اپنے باہمی خلفشار کے باوجود پورے یورپ کی علمی تحقیقی وتخلیقی پیاس بجھاتا رہا اور ایسے سائنسی تجربات اور طب وکیمسٹری اور نئے نئے علوم وفنون سے مالا مال کرتا رہا' معاشرے کی یہی اندرونی روح وطاقت اسے ہر دور میں انسانی بہبودی کیلئے ہر وقت متحرک رکھتی تھی' بقول سر آرنلڈ کے جب کبھی مسلمانوں کی تلوار نے شکست کھائی تو معاشرے میں پنہاں روح و توانائی نے بہت جلد اس شکست کو فتح میں بدل دیا' تاتاری جیسے سفاک اور جابر دشمن سے شکست فاش کے بعد ایسا لگتا تھا کہ اب اسلام کا دم واپسیں ہے مگر چند ہی سالوں میں معاشرے کی اندرونی طاقت نے تاتاریوں کو حلقہ بگوش اسلام کرایا' مسلم معاشرے کی یہ قوت وروح ہر دور میں برقرار رہی۔

تا آنکہ مغرب کے مکار وعیار دشمن نے مسلم معاشرے کی اس اندرونی توانائی وقوت کو بھی ڈائنامیٹ کردیا اور نقب لگا کر اس میں پنہاں انسانی بہبودی کے جوہر سمندر کو زہر آلود کردیا' اور مسلم معاشرے کو خودغرضی نفس پرستی حرص خواہشات وشہوات اور فلسفہ لذت وہوس پرستی کے حیوانی وشیطانی خطوط پر استوار کردیا جس کی وجہ سے مسلم معاشرے کی روح نکل گئی اور اصل بنیاد منہدم ہوگئی معاشرے سے انسانیت کی بہبودی کی فکر وجذبہ نکلنے سے معاشرہ بے جان لاش بن کر رہ گیا' گزشتہ دو تین سو سال میں مسلم معاشرے نے انسانیت کی بہبودی کے لئے نہ کوئی علم ایجاد کیا نہ سائنسی تجربہ کیا' اسکے بعد مسلمانوں نے جہاں کہیں عسکری و سیاسی شکست کھائی تو پھر اس شکست کا کوئی مداوا نہیں ہوسکا کیونکہ معاشرے کی روح اور زندگی نکل چکی تھی' اب ایک شکست دوسری کی اور دوسری شکست تیسرے کی راہ ہموار کرتی رہی اس پے درپے شکست وریخت کے ماحول میں بیسویں صدی کے کچھ ملت کے درد رکھنے والے مفکرین نے جب دیکھا کہ پوری دنیا کا مسلم معاشرہ مغرب کی یلغار کے سامنے شکست وریخت سے دوچار ہے' ایک طرف کمیونزم کے فلسفے کی دوسری طرف مغربی فکر وفلسفے اور تمدن وکلچر کی یلغار کے سامنے مسلم معاشرہ دن بدن سپر انداز ہوتا جارہا ہے تو انہوں نے فکری ونظریاتی طور پر کمیونزم کے فلسفے اور مغربی نظریات وتمدن کے آگے بند باندھنے کی کوشش کی۔ علمی طور پر کمیونزم کا پوسٹ مارٹم کیا اور مغربی نظریات پر یلغار کردی۔ اور ان دونوں کو نوع انسانی کی بجائے محض مغرب کے طبقہ امراء و اشراف کے مفادات واقتدار کا ذریعہ ثابت کیا' مگر مسلم معاشرے کی اندرونی طاقت وروح نکلنے کی وجہ سے جو خلاء پیدا ہوگیا تھا اس سے تنزلی وزوال تیز ہوتا رہا اور مغرب کے خونی پنجے اور گرفت مزید مضبوط ہوتی رہی' ان حالات میں مسلم

مفکرین کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ کمیونزم کے نظریئے اور مغربی تمدن و کلچر سے نفوذ کا اصل سبب ان کی پشت پر عظیم الشان اسٹیٹ کا ہونا ہے ایک کی پشت پر ایشیئن امپائر ہے تو دوسرے کی برٹش و یورپی امپائر اور مسلم اسٹیٹ ٹوٹ پھوٹ کر بکھر رہی تھی جو بالآخر ۱۹۲۴ء اختتام کو پہنچ گئی ان مایوسی کے حالات میں تاریخ میں پہلی بار بیسویں صدی میں بعض اسلامی مفکرین نے اسلامی اسٹیٹ کے قیام کو قرآن اور اسلام کا نصب العین قرار دے کر پورے قرآن اور اسلام کو اس فکری محور کے گرد اس طرح سے گھمایا کہ قرآن کی ایک بالکل نئی تعبیر سامنے آئی جسے بجا طور پر ایک سیاسی تعبیر کہا جا سکتا ہے' مسلم نوجوانوں کی آنکھوں میں ہزار بارہ سو سالہ اسلامی امپائر کی شان و شوکت کا نقشہ اور کانوں میں مسلم اسٹیٹ کی عظمت و بالادستی کی پر شکوہ داستانیں گونج رہی تھیں' انہوں نے اسلام کی اس نئی تعبیر کو اپنے درد کا درمان اور عظمت رفتہ کے حصول کا واحد طریق جانا چنانچہ مسلم نوجوانوں خاص طور پر جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں نے جوق در جوق ان مفکرین کی آواز پر لبیک کہہ کر اسلامی اسٹیٹ کے قیام وحصول کو مقصد حیات بنالیا۔ اس نئے نصب العین کی خاطر ان مفکرین کو اسلام کی پوری ترتیب بدلنی پڑی۔ یعنی عقائد عبادات اخلاق معاملات اور سیاست کی ترتیب کو برعکس کر کے یعنی سیاست سے شروع کرنا پڑا اور اس تعبیر کے لئے انسان اور خدا کے گہرے عبدیت کے رشتہ وتعلق کو حاکم ومحکوم کا رسمی رشتہ قرار دینا پڑا۔ جبکہ لفظ اللہ کے لغوی معنی ہی اس ہستی کے ہیں جس سے ٹوٹ کر بے انتہا محبت کی جائے جسے قرآن نے والذین امنوا اشد حباء للّٰہ سے تعبیر کیا' یاد رہے بیسویں صدی کے ان عظیم مفکرین جس میں شیخ حسن البنا سید قطب سید ابوالاعلیٰ مودودی اور فلسطین کے شیخ تقی الدین سبحانی' وغیرہ شامل ہیں' نے اپنے کام کی ابتداء معاشرے کی اصلاح وترتیب اور اس کی توانائی وروح کی بازیافت ہی سے شروع کی تھی اور چند سال میں اس کام کے نہایت مفید نتائج سامنے آئے' باصلاحیت ومخلص تعلیم یافتہ نوجوانوں کی ایک ٹیم وجود میں آ گئی مگر حالات کے پریشر اور کام کی کٹھائی اور دیرطلب ہونے اور مغرب کے طاغوتی طاقتوں کے ظلم وستم کی کئی آندھیوں اور ان کے پوری دنیا پر تسلط وغلبے کے حالات نے ان مفکرین کو مختصر راستہ (شاٹ کٹ) پر ڈال دیا پھر ان جماعتوں اور فکر سے وابستہ بعض افراد نے جب دیکھا کہ نصب العین (اسٹیٹ کا قیام) دنیا کے مروجہ معروف اور متداول طریقوں سے حاصل نہیں ہو پارہا' تو انہوں نے جلد بازی میں انتہا پسندی کا راستہ اختیار کیا' چنانچہ اخوان المسلمین میں سے جماعت الہجر وتکفیر (جس سے احمد الظواہری اور صدر سادات کے قاتل خالد کا تعلق) اور جماعت اسلامی سے بھی اس جیسی انتہا پسندانہ نظریات رکھنے والی جماعتیں وجود میں آئیں اگرچہ بعد میں اخوان المسلمین اور جماعت اسلامی نے ان سے باضابطہ طور پر اظہار لاتعلقی کیا' مگر یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ تنظیمیں اسی نصب العین یعنی اسلامی اسٹیٹ کے جلد حصول کی خواہش میں پیدا ہوئیں اور یہ لوگ دنیا بھر میں اسلام اور مسلمانوں کی بدنمائی وبدنامی کا اور انسانیت کو اسلام سے وحشت زدہ کرنے کا سبب بنے۔

جب ہم اسٹیٹ کے قیام کے نصب العین کے لئے قرآن وسنت اور حضرات انبیاء کی زندگیوں کی طرف رجوع کرتے ہیں تو قرآن کی ایک آیت بھی براہ راست ہم سے اسٹیٹ کے قیام کا مطالبہ نہیں کرتی' اور نہ کوئی واضح حدیث ہمیں اس کام کا مکلف بناتی ہے' البتہ قرآن نے ایمان وعمل صالح پر استخلاف فی الارض کا وعدہ ضرور کیا ہے۔ اور

یہ بھی بتایا ہے کہ جب اہل ایمان کو اقتدار ملتا ہے تو وہ نماز وزکوٰۃ کو قائم کرتے ہیں' معروفات کو پھیلاتے اور منکرات سے روکتے ہیں اور یہ بھی کہ اہل ایمان اقتدار یعنی حکومت کے ملنے کے بعد اگر اللہ ورسول کے احکامات کے مطابق فیصلے نہ کریں تو قرآن انہیں ظالم فاسق بلکہ کافر تک قرار دیتا ہے' قرآن نے تین انبیاء سابقین' حضرت یوسفؑ' حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کا تذکرہ صاحبان اقتدار کے طور پر کیا' وہیں واضح طور پر یہ بتادیا کہ یہ اقتدار ان کی کسی کوشش کے بغیر محض اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا' جائے غور ہے جو قرآن سینکڑوں جگہ پر پیرائے اور اسلوب بدل بدل کر نماز زکوٰۃ اللہ کی راہ میں جان و مال خرچ کسی تقویٰ احسان ہو اور دیگر اوصاف واعمال کی تلقین کرنا اور تاکیدی حکم سے بیان کرتا ہے' اور انہیں ایک مسلمان کا مقصود و مطلوب قرار دیتا ہے' وہ ایک جگہ بھی واضح طور پر اسلامی اسٹیٹ کے قیام کا مطالبہ نہیں کرتا اسی طرح ہزار ہا ہزار احادیث میں سے ایک حدیث بھی واضح طور پر اسٹیٹ کے قیام کا مطالبہ نہیں کرتی بلکہ اس کے برعکس شر و فساد کے دور میں بہت سی احادیث اقتدار اور حکومت کے جھمیلوں سے یکسو ہو کر اللہ ورسول کی اطاعت عبادات واعمال اور معاشرے کی تعمیر میں لگ جانے کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور قرب قیامت میں جب معاشرہ فساد کی انتہا کو پہنچ کر خیر کو قبول کرنے کی استوار رکھوا دے گا اس وقت معاشرے کی فکر کی بجائے اپنی ذات کو اللہ اور رسول کے حکم اور ذکر وعبادت پر جمانے کی ہدایت کرتی ہے' یہ بات بھی جائے غور ہے کہ اسلام کے ۱۴ سو سالہ دور میں کسی صحابی تابعی کسی مجتہد محدث عالم یا فقیہ اور بزرگ وولی نے قرآن وسنت اور سیرت سے اسلام کا نصب العین اسٹیٹ کا قیام نہیں سمجھا جس پر بیسویں صدی کے بعض مفکرین نے لٹریچر کے ڈھیر لگا دیئے' ہمارے نزدیک اسلام جیسے واضح نصب العین رکھنے والے مذہب کے متعلق یہ تصور ہی ناقابل فہم اور گمراہ کن ہے کہ اس کے صحیح حقیقت ومعنی یا نصب العین بیسویں صدی تک پردہ خفا میں رہا۔

اگر اسلام پوری انسانیت کا مذہب ہے اور قرآن ھدی للناس اور بلغ للناس' یعنی تمام انسانیت کے لئے پیغام ہے اور پیغمبر اسلامؐ کافۃ للناس بشیرونذیرا ہیں اور سارے نوع انسان آپ کی امت دعوت ہیں تو جس طرح ایک تاجر اپنا مال بیچنے کی خاطر بعض اوقات خریدار کی طرف سے ناگوار باتوں کو بھی برداشت کر لیتا ہے اسی طرح داعی کو مدعو کے رویے سے صرف نظر کر کے اور صبر وتحمل کا دامن تھام کر پیغام پہنچانا ہوگا' یہی کام مسلم معاشرہ ہر دور میں خاموشی سے کرتا رہا ہے' حتیٰ کہ برصغیر میں مسلم اسٹیٹ کے اختتام کے وقت مسلم آبادی کا تناسب بمشکل دس فیصد رہا ہوگا' جو ایک صدی بعد کل آبادی کی ایک تہائی کے قریب جا پہنچا' اگر حالات نارمل رہتے اور معاشرہ اپنا کام کرتا رہتا تو قیاس کہتا ہے کہ مزید ایک صدی میں برصغیر کے مسلمانوں کو واضح اکثریت بن جانے سے کوئی طاقت نہیں روک سکتی تھی' مگر دعوتی کے بجائے سیاسی ذہن وفکر اور اقتدار کی خواہش نے برصغیر کے معاشرے میں منافرت دوری اور تلخی گھول کر اسلام کے سمجھنے کے امکانات ختم نہیں تو نہایت محدود کر دیئے' ہمارے نزدیک اسلام جیسے آفاقی اور پوری انسانیت کے لئے پیغام رکھنے والے مذہب کو اسٹیٹ کی تنگ نائیوں میں بند کرنا بھی ناقابل فہم ہے' جس دین کی تعریف' خود پیغمبر اسلام ﷺ النصیحہ یعنی خیر خواہی کے لفظ سے کی ہو کہ یہ اللہ ورسول مسلمانوں اور پوری انسانیت کے لئے بھلائی وخیر خواہی ہے' اس کا اولین

تقاضا انسانیت کے درمیان ہر قسم کی غلط فہمیوں کو ختم کر کے ان کو پیغام سننے کے مواقع مہیا کرتا ہونا چاہیے۔ جبکہ اسٹیٹ اور اقتدار کا لفظ ہی اقوام عالم کے درمیان ٹینشن و تناؤ فاصلے و بدگمانی کے ڈھیر لگا دیتا ہے' اگر اسلام کا نصب العین کسی اسٹیٹ کا قیام ہوتا تو مدینہ کی اسٹیٹ کے اندر ہی بند رہ جانا چاہیے تھا اور مسلمانوں کے اسلامی اسٹیٹ چھوڑ کر برصغیر 'چین' انڈونیشیاء اور دنیا بھر میں تگ ودو بے معنی ہو جاتی ہے۔ برصغیر میں موجود تقریباً پچاس کروڑ مسلمانوں میں فی ہزار نوسو ننانوے وہاں کی مقامی آبادی سے ہیں۔ یہی حال دنیا بھر کے مسلم معاشرے کا ہے۔ یہ سب سے بڑی شہادت اور دلیل ہے جو قائداعظم اور علامہ اقبال کے نظریئے پر سوالیہ نشان بنا دیتی ہے۔ کیونکہ اسلام انسانیت کا مذہب ہے نہ کہ قبائلی مذہب جو کی جغرافیے کی تنگ نائیوں میں محدود ہو کر رہ جائے۔

آبادی کے اعتبار سے دنیا کا سب سے بڑا ملک انڈونیشیا کسی فوج یا اسٹیٹ کے بغیر مسلم ملک بنا اور دوسرا بڑا ملک بنگلہ دیش مسلم اسٹیٹ کے دور میں نہیں بلکہ برٹش امپائر کے عین دور شباب میں مسلم اکثریت کا خطہ بنا۔ اسلام اپنی اشاعت کا کبھی اسٹیٹ کا مرہون منت نہیں رہا' دنیا میں مسلم اسٹیٹس بنتی بگڑتی رہیں۔ اس سے اسلام کی رفتار پر کوئی فرق نہیں پڑا۔ بلکہ وہ اپنی اندرونی توانائی و اسپرٹ سے برابر نئی فتوحات حاصل کرتا رہا' کیونکہ

ع نشئہ مئے کو تعلق نہیں پیمانے سے

برصغیر میں اسلام کا نام استعمال کر کے ۵۸ سال پہلے ایک اسٹیٹ ضرور وجود میں آئی مگر کبھی اسلام اسلام آباد کے ائرپورٹ پر نہیں اتر سکا اور نہ مستقبل میں کبھی اتر سکنے کا امکان نظر آتا ہے۔ اسلام تو خیر بہت بڑی چیز ہے اگر اگلے ۵۸ سال میں صحیح معنی میں مغرب ڈیموکریسی اور سوشل جسٹس (سماجی انصاف) ہی آجائے تو ہم اسے اس نظریئے کی کامیابی سمجھیں گے مگر اس کا بھی دور دور تک کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ اگر غور کیا جائے تو مسلمانوں کی سوچ وفکر کا رخ انسانی بہبودی اور معاشرے کی تعمیر کے بجائے اسٹیٹ کے اور حصول اقتدار کی طرف مڑ جانا ہی موجودہ پریشانیوں کا بنیادی واصل سبب ہے۔ مثلاً امریکہ میں مسلمان تیزی سے اپنے قدم جماتے جارہے تھے اور عددی اعتبار سے دوسری بڑی کمیونٹی بن چکے تھے' مسلم معاشرہ خاموشی سے اپنا کام کرتا تھا کہ کنٹر بُش کے پہلے الیکشن کے موقعہ پر مسلمانوں نے اپنی سیاسی طاقت کا مظاہرہ کر دیا' جس پر صیہونی طاقتوں کے کان کھڑے ہو گئے جن کا عرصہ سے امریکہ ومغرب پر ہمہ جہتی اقتدار قائم ہے کہ مسلمانون کی یہ جرأت کہ ہماری حدود میں دخل دیں یہاں یہ طے کرنا کہ اقتدار پر کون فائز ہو' صرف ہمارا حق ہے۔ اور اس کے بعد نائن الیون (۱۱۔۹) کا ڈرامہ رچایا گیا اور امریکہ میں مسلمانوں کا وہ حشر کیا کہ جان کے لالے پڑ گئے۔

مسلم معاشرے کی اندرونی روح وتوانائی کے خاتمے کا سب سے بڑا سبب تو خود اہل دین کا عقائد وفقہی مسالک کے جھگڑوں میں مشغول ہو کر انسانیت کے تئیں اپنے فریضے سے غافل ہو جانا ہے۔ صدیوں سے مذہبی طبقے کا دائرہ کار عقائد وعبادات اور نیک بننے کو مشق رہ گیا ہے۔ ان کے پاس انسانیت کی بہبودی کیلئے سوچنے کی فرصت نہیں رہی' دوسرا سبب مغربی اقوام بالخصوص برطانیہ وفرانس کا سیاسی علمی فکری غلبہ ہے' برطانیہ نے برصغیر میں اپنی نظام تعلیم

افکار ونظریات اور تمدن وکلچر کے ذریعے ایک ایسی نسل پیدا کردی جن کی نشوونما خواہشات' خودغرضی' نفس پرستی' اورحیوانیت کی خصائص پر ہوئیں۔ برصغر میں برٹش امپائر پنجاب کی فوج پولیس اور انٹیلی جنس کے بل بوتے پر قائم رہے۔اس نے ایک طبقے کو ملک وملت سے غداری کے عوض زمینیں وجاگیرداریاں دیکرعوام پرتسلط' غلبہ بخشا' جب برطانیہ نے محسوس کیا کہ اس کی پروردہ نسل اس کے منشاء کے مطابق اس خطے کو سنبھال سکتی ہے تو سیاسی اقتدار اس ٹولے کے حوالے کرکے واپس آ گیا۔ پاکستان بننے کے بعد یہ طبقہ گزشتہ ۵۸ سال سے بلاشرکت غیرے ملک کا مالک ومختار بنا ہوا ہے۔فوجی حکومت ہو یا جمہوری حکومت' اصل اقتدار اپنی مراعات یافتہ غدار خاندانوں کا رہا' جو ہر دور میں ملک کے وسائل کو اپنی ذاتی جاگیرجان کر لوٹ کھسوٹ کرتے رہے۔ بینکوں کے کروڑوں اربوں روپے ہڑپ کر کے معاف کرواتے رہے' قیمتی زمینیں کوڑیوں کے دام اپنے نام الاٹ کرواتے رہے۔ پاکستان کے حالیہ زلزلے میں بیرون ممالک کی امداد کا بڑا حصہ ہڑپ کر چکے ہیں۔ زلزلے سے متاثر لاکھوں عورتیں بچے بوڑھے برفباری وبارشوں کی مصیبت جھیل رہے ہیں۔اور یہ بسنت کا جشن منا کر درجنوں معصوم بچوں کی گردنیں پتنگ کی ڈور سے کاٹ رہا ہے' اور فائیوسٹار ہوٹلوں میں شراب وشباب' رنگ وموسیقی میں مگن ہے۔ یہ اسلام اور قرآن کو اپنے لئے پیغام موت سمجھتا ہے۔ مغرب نے تقریباً ہر ملک میں ایسا طبقہ پیدا کر کے اقتدار واختیارات اور ملک کی باگ ڈور انکے ہاتھ سونپ رکھی ہے۔ جو امریکہ وبرطانیہ کے گورنر یا وائسرائے بن کر ان کے چشم ابرو کے اشارے پر کام کر رہا ہے۔غرض مسلم معاشرے کی تباہی کا اصل وبنیادی سبب معاشرے کی روح کا نکل جانا ہے۔اور قرآن نے انسانی کی بہبودی کے لئے جو اسپرٹ پیدا کی تھی اس سے محروم ہوجانا ہے' یہی مسلم مفکرین کے لئے وقت کا سب سے بڑا چیلنج ہے کہ اس جاں بلب معاشرے کی روح وتوانائی کس طرح لوٹے نہ کہ اقتدار اور حکومت کے گلیاروں تک علماء ومفکرین کی رسائی' اول تو مغرب کی پروردہ نسل کبھی خدا اور رسول ﷺ پر ایمان رکھنے والوں کو اقتدار تک پہنچنے نہ دے گی۔ یہ حقیقت دن بدن واضح ہوتی جارہی ہے کہ مغرب مسلم ممالک میں جمہوریت کے نام پر عراق اور افغانستان کی طرح اپنے فرمانبردار اہلکاروں کی حکومت کا خواہاں ہے' بالفرض ومحال دینی جماعتیں اگر کسی مسلم ملک میں الیکشن کے ذریعے اوپر کبھی گئیں تو عالمی طاقتوں نے جو گزشتہ کئی صدیوں سے صہیونی شیطانوں کی غلام وآلہ کار بن چکی ہیں انہیں بے بس وبے اثر کرنے کیلئے دوسرا انتظام کررکھا ہے' وہ یہ کہ دوسری جنگ عظیم کے فاتحین امریکہ وبرطانیہ وغیرہ نے اپنی فتح کو دائمی بنانے اور پوری انسانیت پر نافذ ومسلط کرنے کے لئے اقوام متحدہ کو وجود بخشا۔اور یواین او کے ذریعے دنیائے انسانیت پر اپنا اقتدار مستحکم کرلیا۔ دنیا کے سارے ممالک بشمول مسلم ممالک کے یواین او کے آئین وچارٹر پر دستخط کر چکے ہیں۔ کہ وہ اپنے اپنے ملکوں میں یو این او کا تیار کردہ آئین نافذ کریں گے۔اور اپنے ملکی وقومی آئین وقوانین کو بدل کر اس کے مطابق بنائیں گے۔

یواین او کا یہ دستور اور چارٹر مغربی طاقتوں کے مفادات' خواہشات اور تمدن کے مطابق اور آسمانی تعلیمات کے متوازی بلکہ برعکس ہے' مثلاً اس کی ایک دفعہ یہ ہے کہ بالغ عمر کے مرد وعورت کو غیر مسلم سے شادی کرنے سے نہیں

روک سکتے۔ایک دفعہ یہ ہے کہ کسی مجرم کو ایسی سزا نہیں دی جائے گی جس میں اس کی تذلیل ہو' یا اسے اذیت ہو' یعنی قرآن کے حدود و قصاص کے تمام قوانین یک لخت ختم۔ایک دفعہ یہ ہے کہ مرد و عورت ہر اعتبار سے مساوی ہوں گے' اس سے قرآن کے تمام معاشرتی' عائلی قوانین ختم ہو جاتے ہیں۔مثلاً طلاقوں دینے کا حق جس طرح مرد کو ہے عورت کو بھی دینا ہو گا وغیرہ۔اسطرح قرآن کے وراثت کے تمام قوانین منسوخ۔لڑکے کے دو حصے لڑکی کا ایک حصہ نہیں بلکہ مساوی حق ہو گا۔چند سال پہلے مصری عدالت نے دو لڑکوں کو جنسی تعلق قائم کرنے کی وجہ سے سزا دی تھی اس پر حسنی مبارک کو یہ کہہ کر مغرب سے معافی مانگنا پڑی تھی کہ ابھی معاشرے میں قرآن کا کچھ (فرسودہ) اثر باقی ہے اسلئے یہ غلطی ہوئی۔ورنہ یہ ان ملازمین کا بنیادی حق ہے۔یو این او کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ وہ طے کرے کہ کس ملک کو کتنی فوج رکھنی ہے اور کون سے اسلحہ بنانے ہیں اور کس ملک کو اعلیٰ ٹیکنالوجی نیوکلیئر تعلیم' حاصل کرنے کا حق ہے۔اور ہر ملک میں چیزوں کے دام بھی یہی مقرر کریگی۔یو۔این۔او پہلے ہی طے کر چکی ہے کہ دنیا میں نیوکلیئر پاور بننے کا حق صرف پانچ بڑی طاقتوں ہی کا ہے۔تاکہ مغرب کی دہشت پوری دنیا پر طاری رہے۔یہی نہیں کہ دنیا کے ہر ملک کا آئین و دستور وقوانین وضابطہ اور انسانی حقوق کی تعریف بھی یو۔این۔یو ہی طے کریگی۔غرض پوری دنیا پر اقوام متحدہ کے نام سے مغرب کا عالمی اقتدار قائم ہو چکا ہے۔اور یو این یو کا یہ حق بھی دنیا کے تمام ملک تسلیم کر چکے ہیں کہ اس کے آئین قوانین اور قراردادوں کی خلاف ورزی کرنے والی حکومتوں پر یو این او کو فوج کشی کر کے ان حکومتوں کو ختم کرنے کا حق ہے جیسا کہ افغانستان میں ہو چکا ہے۔موجودہ حالات میں اقوام متحدہ کے قوانین و چارٹر کی خلاف ورزی کرنے کی جرأت چین اور بھارت جیسے عظیم ملک بھی اپنے میں نہیں پاتے تو مسلم ممالک کس شمار میں ہیں۔یہ ہیں آج کی دنیا کے زمینی حقائق اب انکو سامنے رکھ کر بتایئے اگر دینی جماعتیں کسی خطے یا ملک میں انتخابات کے ذریعے اقتدار تک پہنچ بھی گئیں تو وہ کیا کچھ کر پائیں گی؟اور کس طرح اسلام کا نفاذ کرینگی؟موجودہ حالات میں ہمارے پاس واحد آپشن (راستہ) یہی رہ جاتا ہے کہ قرآن و اسلام نے پوری انسانیت کی بہبودی کا جو پیغام اور پروگرام دیا ہے اس سے دنیائے انسانیت کو روشناس کرائیں اور خود عملی نمونہ بن کر جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے دعوت کا امپائر قائم کر کے تمام انسانیت کو انکی دنیا پر آخرت کی سرخروئی و سرفرازی کی یقینی راہ کی طرف بلائیں نہ کہ اقتدار و اسٹیٹ کے حصول کی دوڑ میں شامل ہو کر اقوام عالم کے حریف بن جائیں۔قرآن اور ہماری پوری تاریخ شاہد عدل ہے کہ جب کبھی معاشرہ و افراد پر ایمان و اسلام کا رنگ چڑھا تو خود بخود اسلامی اسٹیٹ قائم ہو گی۔پوری تاریخ میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ اسٹیٹ کے ذریعے معاشرہ و افراد میں ایمان و اسلام قائم ہوا ہو۔غرض وقت کا سب سے بڑا چیلنج اور بنیادی سوال ہے اسٹیٹ یا سوسائٹی؟ ہر مسلمان خاص طور پر مسلم مفکرین و زعما اور قرآن و سنت کا علم رکھنے والوں کیلئے یہ سوال وقت کی سب سے بڑی آزمائش اور ان کے فہم و بصیرت کا امتحان ہے۔

اس سوال کا جواب یا فیصلہ امتِ مسلمہ بلکہ پوری انسانیت کا مستقبل طے کرے گا۔